www.KitaboSunnat.com

مفتی محمد عبدہ الفلاح

تذکرۃ المشاہیر

مولانا حافظ عبد العزیز رحیم آبادیؒ

۱۸۵۴ء ——— ۱۹۱۸ء

ولادت و نشأۃ :

۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء کو ایک بڑے زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام شیخ احمد اللہ اور والدہ کا نام بی بی مخدومن ہے۔ عمر کے ۱۳ویں سال میں قرآن پاک حفظ کیا۔ اس کے بعد عربی، فارسی کی کتابیں پڑھنا شروع کیں جو اس دور میں رائج تھیں۔ مختلف اساتذہ کرام سے ابتدائی کتابیں تحصیل کیں۔ ان اساتذہ میں مولوی عظمتُ اللہ، مولوی محمود عالم رامپوری (۱۳۰۲ھ) اور مولوی محمد یحییٰ عظیم آبادی کے اسماء گرامی خاص طور پر مذکور ہیں۔(۱)

اعلیٰ تعلیم کے لئے رحلت :

پھر ۱۲۹۰ھ کو بیس سال کی عمر میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے حضرت شیخ الکل محدثِ اعظم سید نذیر حسین الدہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے کیونکہ اس سے پہلے ان کے بڑے بھائی شیخ عبد الرحیم بھی اسی درگاہ سے فیض یاب ہوچکے تھے۔ دہلی میں دو سال قیام کے دوران حضرت میاں صاحب سے صحاح ستہ، مؤطا امام مالک، سُنن دارمی، جامع صغیر ہدایہ، جلالین اور اصولِ حدیث کی کتابیں پڑھیں۔(۲) اور دو سال کی قلیل مدت میں تکمیل کے بعد ۱۲۹۲ھ کو حضرت میاں صاحب سے سند لے کر وطن واپس ہوئے۔(۳)

درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ :

وطن پہنچ کر درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ میں مشغول ہوگئے اور اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ میں درس دینا شروع کردیا۔ مسلسل آٹھ سال تک برابر تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ دعوت و تبلیغ کے کاموں میں بھی تندہی سے حصہ لیتے رہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض مسائل میں اپنے والد شیخ احمد اللہ سے اختلاف کی بنا پر تقریباً ۱۳۰۰ھ کے زمانہ میں رحیم آباد کو الوداع کیا اور بمع اہل و عیال مظفرپورہ چلے آئے اور ایک محلّہ (چھوٹی کلیانی) کی مسجد میں ٹھہر گئے۔ اسی کو اپنا مسکن اور درسگاہ بنالیا اور اس میں تدریس کا کام شروع کردیا اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے اور یہ درسگاہ آگے چل کر مظفرپور میں مدرسہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہوئی اور نصف صدی تک اس درسگاہ میں بہت سے جید علماء کرام درس دیتے رہے، جن میں مولانا ابوطاہر بہاری، مولانا مولا بخش ہراکری، مولانا محمد اسحاق آروی، حافظ محمد حنیف آروی، حافظ عبداللہ رحیم آبادی اور حافظ عبدالستار مولانگری کے اسماء گرامی مشہور ہیں۔

مولانا کی علمی کوششوں نے بڑے بڑے لوگوں کو ایک شیرازہ میں جمع کردیا۔ مدرسہ احمدیہ آرہ کا اولین دور تھا۔ اس دور میں ہی مولانا عبدالغفار نشتر محدث مہدانوی، حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی اور مولانا شمشاد الحق ڈیانوی ایک سلسلہ میں مربوط تھے۔ یہ تمام حضرات حضرت میاں سید نذیر حسین دہلویؒ صاحب کے حلقہ درس کے حاشیہ نشین تھے۔

حضرت میاں صاحب کے فیضِ صحبت کا یہ اثر تھا کہ آپ کے تلامذہ بیرونِ ہند میں مشہور ہوئے اور تمام حضرات نے ملک میں بڑی بڑی خدمتیں سرانجام دیں۔ انہی میں ایک حضرت رحیم آبادی بھی تھے۔

مولانا محمد سعید (مسجد علی جان دھلی) لکھتے ہیں: (۴)

"آپ مبلغ اسلام تھے، آپ کے کلام میں خاص اثر تھا جس سے سامعین بہت محظوظ ہوتے تھے۔ ہزاروں غیر مسلم آپ کا وعظ سن کر مشرف باسلام ہوتے"

بلکہ ایسے واقعات بھی پیش آتے کہ مخالفین نے آپ کا وعظ سن کر اعتراف کیا کہ آپ اس امت کے امام غزالی ہیں اور ایسے اجلاس میں بھی آپ کا خطاب توجہ سے سنا گیا جب کہ مخالفین کسی اہلحدیث عالم کا خطاب سننے کے لئے تیار نہ تھے۔

جماعتی تنظیم:

مولانا رحیم آبادی دعوت و تبلیغِ مسلک اہل حدیث کے ساتھ ساتھ جماعتی تنظیم کے لئے بھی متحرک رہے اور جب کبھی مجالس میں علماء کے ساتھ جمع ہوتے تو جماعت کو منظم کرنے کے لئے مشاورت اور تجاویز پیش کرتے اور بحث و تمحیص کرتے۔ اس وقت تک "آل انڈیا اہلحدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کانفرنس" کے عنوان سے اہلحدیث کی تنظیم قائم نہیں ہوئی تھی۔

اتفاق کی بات ہے کہ مدرسہ احمدیہ آرہ میں ایک اجتماع ہوا اور وہاں یہ مسئلہ چھیڑ دیا گیا اور طے پایا کہ جماعت کے لئے ایک سردار (امیر) کا انتخاب ہونا چاہیے۔ چنانچہ مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب آروی باتفاق رائے امیر منتخب کرلئے گئے۔ اور تنظیم جماعت کے لئے یہ پہلا قدم تھا۔

ان کا انتخاب تو ہوگیا مگر تمام تنظیمی امور کو مولانا رحیم آبادی سرانجام دیتے رہے حتی کہ جب آروی صاحب ہجرت کرکے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو مدرسہ احمدیہ آرہ اور جماعت کی امارت کا بوجھ مولانا رحیم آبادی پر ڈال گئے۔ اس صوبائی (بہاری) تنظیم کے ساتھ مولانا رحیم آبادی آل انڈیا تنظیم کے لئے کوشاں رہے۔ اخبار اہل حدیث کے ذریعہ اس تحریک کو شروع کیا اور علماء اہل حدیث نے بھی اپنی آراء اخبار کے ذریعہ نشر کیں۔

چنانچہ ۱۹۰۶ء کے اخبار اہل حدیث میں اس کانفرنس کے لئے اتفاق رائے کا اعلان کردیا گیا اور مولانا ابوالقاسم بنارسی نے تحریر فرمایا کہ مجھے بھی اس کانفرنس سے اتفاق ہے اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ جلسہ مذاکرہ علمیہ قریب آرہا ہے لہٰذا اس اہلحدیث کانفرنس کا انعقاد بھی اسی جلسہ میں ہوجائے۔(۵)

چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق مدرسہ احمدیہ آرہ کے مذاکرہ علمیہ کا اجلاس ۲۲، ۲۳ دسمبر ۱۹۰۶ء ہونا قرار پایا۔ جس میں آل انڈیا کے چوٹی کے اہل حدیث علماء شامل ہوئے۔ حتی کہ حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی بھی صعوبتِ سفر اٹھا کر وہاں پہنچے اور باتفاقِ آراء، کانفرنس کی تجویز منظور ہوگئی اور حافظ عبداللہ صاحب کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے اور ان تین افراد پر تنظیم جماعت کی ذمہ داری ڈالی گئی: مولانا رحیم آبادیؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔

اصحابِ ثلاثہ کی مساعی:

چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ان اصحابِ ثلاثہ نے جماعتی تنظیم کے لئے ملک بھر کے دورے کئے اور عوام کو اس تنظیم کے اغراض و مقاصد سے متعارف کروایا۔ بلکہ جماعت کو بنگال سے پشاور تک ایک مرکز پر جمع کردیا اور ہر سال اس کے سالانہ اجلاس کرواتے رہے۔ ہم ان سالانہ کانفرنسوں کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفصیل "تحریک کے چند اوراق" میں بیان کر چکے ہیں۔

تحریکِ مجاہدین میں مولانا کی سرگرمیاں:

تحریکِ جہاد کے بانی امیرِ قافلہ سید احمد شہیدؒ اور ان کے وزیر شاہ اسماعیلؒ شہید تھے۔ ان دونوں بزرگوں کی شہادت کے بعد صادقپوری علماء نے اس تحریک کو زندہ رکھا اور صادق پور پٹنہ میں مرکزی امیر مولانا عبدالرحیم صادقپوریؒ قرار پائے۔ مولانا رحیم آبادی بھی اس تحریک میں شامل تھے' جب مولانا عبدالرحیم گرفتار ہوئے تو ان کے بعد مولانا مبارک علی و تبارک علی بالترتیب قائم مقام امیر مقرر ہوئے۔ پھر ان دونوں بھائیوں کی گرفتاری کے بعد ۱۸۷۲ء میں تحریک کی تمام تر ذمہ داری مولانا رحیم آبادی پر ڈالی گئی اور آپ نے زندگی بھر اس ذمہ داری کا پورا حق ادا کیا۔ اس کی تفصیل ہم "تحریکِ مجاہدین" میں بیان کر آئے ہیں۔

مدرسہ احمدیہ، دربھنگہ:

حضرت میاں صاحب دہلویؒ کے تلامذہ نے ہندوستان کے مختلف صوبہ جات میں دینی درسگاہیں قائم کرلی تھیں، جو تحریک اہلحدیث کے لئے مراکز کی حیثیت اختیار کرگئی تھیں۔ چنانچہ ۱۸۹۸ء کو مولانا ابو محمد ابراہیم آروی نے مدرسہ احمدیہ آرہ کی بنیاد رکھی۔ [۶] ان کے ہجرت کرجانے کے بعد اس کا اہتمام بھی مولانا رحیم آبادی کے سپرد ہوا۔ یہ مدرسہ کئی سال بڑی تندہی سے چلتا رہا اور پورے ہندوستان سے شائقینِ علم اس مدرسہ سے فیض یاب ہوتے رہے۔

بالآخر حالات کی مجبوری کے تحت مولانا نے یہ مدرسہ دربھنگہ منتقل کردیا۔ جو اَب دارالعلوم دربھنگہ کے نام سے چل رہا ہے۔ مولانا کے بعد بابو عبداللہ رحیم آبادی مدرسہ کے نگران مقرر ہوئے اور ان کی وفات کے بعد ۱۳۴۷ھ کو ڈاکٹر سید محمد فرید دارُالعلوم کے ہو رہے۔

تبلیغی مساعی:

یوں تو ہمارے اَکابر تبلیغ ووعظ اور مسلک اہلحدیث کی نشرواشاعت کے لئے آل انڈیا کے دورے کرتے رہے مگر انہوں نے اپنے خاص علاقوں میں نہایت محنت سے کام کیا اور عمل بالسنۃ کے لئے ہر قسم کی مشکلات کا مقابلہ کیا۔ چنانچہ جب ہم مولانا رحیم آبادی کی تبلیغی مساعی کو ان کے خاص علاقہ کے تناظر سے دیکھتے ہیں تو ان کی محنتِ شاقہ اور حُسنِ انتظام سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتے۔

مولانا کا خاص علاقہ مشرقی بہار تھا جو کہ مظفر پور، دربھنگہ، چمپارن اور ترہت پر مشتمل تھا۔ مولانا نے اس علاقہ کے دیہات کے دورے کر کے ہر گاؤں میں ایک سردار مقرر کیا اور چند گاؤں کے لئے ایک ذیلی مرکز بنایا جو اپنے ماتحت مواضعات کو کنٹرول کرتا اور حالات کا جائزہ لینے کے لئے خود مولانا سال میں ایک یا دو مرتبہ دورہ کرتے تاکہ کتاب و سنت پر عمل کے جذبہ کو بیدار رکھا جاسکے اور شرک و بدعات کو مٹانے کے لئے تازہ دم مساعی عمل میں لائی جاسکیں۔

مجالسِ وعظ:

اس غرض سے سالانہ جلسے رکھے جاتے تاکہ اجتماعی طور پر وعظ و نصیحت کی جاسکے اور گذشتہ سال کے کام کا جائزہ لے کر آئندہ سال کے لئے لائحہ عمل تیار کیا جاسکے۔ اور مولانا ابراہیم آروی اس غرض کے لئے مدرسہ احمدیہ میں "مذاکرہ علمیہ" کے نام سے سالانہ جلسہ کیا کرتے تھے۔

مولانا آروی کی ہجرت کے بعد یہ ذمہ داری مولانا رحیم آبادی پر تھی کہ مدرسہ احمدیہ کے انتظام و انصرام کے ساتھ سالانہ مذاکرہ علمیہ کا بھی اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ مولانا اس ذمہ داری سے باحسن طریق عہدہ برآ ہوتے رہے مولانا نے اس جلسہ کو مدرسہ احمدیہ تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ صوبہ کے دوسرے علاقوں میں بھی یہ اجلاس منعقد ہوتے رہے جن کی افادیت سے انکار نہیں ہوسکتا۔ اس مذاکرہ علمیہ کے سترہویں جلسہ کے موقع پر ۱۹۰۶ء کو "آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس" کا وجود عمل میں آیا اور اس سے ایک سال پہلے یعنی ۱۹۰۵ء کو مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی تفسیر کی وجہ سے جو نزاع پیدا ہوگیا تھا اس کے تصفیہ کے لئے مولانا رحیم آبادی نے مثبت کوششیں کیں، جن کے پیشِ نظر جلسہ مذاکراہ علمیہ کے موقع پر اس کے لئے حکم مقرر ہوتے تھے۔

تصانیف:

مولانا رحیم آبادی راسخ فی العلم تھے اور ان کی زندگی کا اکثر حصہ تبلیغی مہمات میں گذرا لیکن ساتھ ہی آپ نے تصنیف و تالیف کے میدان میں جو باقیات چھوڑی ہیں، وہ اگرچہ آپ کی تبلیغی مہمات کا حصہ ہیں لیکن آپ کے علم و تحقیق پر شاہدِ عدل ہیں۔

سواء الطّریق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ بغوی [۷] نے "المصابیح" کے نام سے حدیث کا مجموعہ ترتیب دیا، جس کے متعلق صاحبِ مشکوۃ [۸] لکھتے ہیں:

"أجمع كتاب صُنّف في بابه وأضبط لشوارد الاحاديث وأوابدها"

یعنی یہ کتاب احادیث کا بہترین انتخاب ہے۔ صاحبِ مشکوۃ نے اسی المصابیح کو ازسرنو مرتب کیا اور احادیث کے مخارج کا اضافہ کرکے کتاب میں جو اُصولی نقص تھا اس کو دور کردیا۔ اس طرح مشکوۃ المصابیح احادیث کا بہترین مجموعہ بن گئی اور ہمارے دینی مدارس میں اس کو مقررات کی حیثیت حاصل ہوگئی۔

بہت سے علماء نے شروح اور حواشی لکھ کر اس کتاب کی خدمت کی ہے۔ علی القاری کی "مرقاۃ" اور شیخ عبدالحق کی "لمعات" اس کی اہم شروح شمار ہوتی ہیں۔ لیکن ان میں ایک مکتبِ فکر کی ترجمانی کی گئی ہے، تاہم حلِ مطالب کی حد تک انہوں نے حقِّ شرح ادا کردیا ہے۔ اہل حدیث کے علماء میں سے تاحال کسی نے توجہ نہ دی تھی۔ بالآخر قیامِ پاکستان کے بعد مولانا عبیداللہ المبارکپوری سابق شیخ الحدیث مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی نے ہمت کمر باندھی اور "مرعاۃُ المفاتیح" کے نام سے مشکوۃ کی جامع ترین شرح لکھی جو ہر لحاظ سے مفید ترین اور کامل شرح ہے۔ تاہم اُردو میں اس کا کوئی ایسا ترجمہ شائع نہ ہوسکا جو سلفی انداز تحقیق کے مطابق تشریحات پر مشتمل ہوتا۔ مولانا ابراہیم آروی نے "طریق النجاۃ" کے نام سے اس کا ترجمہ کیا تاہم اسے مختصر ترجمہ کہنا اَنسب ہے۔ گو یہ ترجمہ زبان واسلوب کے لحاظ سے معیاری ترجمہ ہے اور یہ ترجمہ اس وقت شائع ہوا جبکہ حدیث کے اردو تراجم (صحاحِ ستہ) شائع نہیں ہوئے تھے۔ سو عوام میں بڑا مقبول ہوا۔

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی نے ترجمہ مشکوۃ میں ایک دوسرا انتخاب بھی کیا، یعنی مشکوۃ میں سے ہر باب کی فصل اول (جو صحیحین کی احادیث پر مشتمل ہے) کا سلیس ترجمہ کیا اور اس کا نام "سواء الطریق" رکھا۔ [۹] اور یہ دونوں بزرگ سید نذیر حسین دہلوی (۱۳۲۰ھ) کے ممتاز اور متحرک تلامذہ میں سے ہیں اور حضرت میاں صاحب کے مِشن کو چلانے میں مستعد نظر آتے ہیں۔

ہمارے پاکستانی علماء میں سے حافظ عبداللہ صاحب روپڑی غفراللہ اور حافظ محمد اعظم گوندلوی رفع اللہ درجتہ نے تدریس کے لئے مشکوۃ المصابیح کو خاص کیا اور اس کی شروح لکھنے کا بھی عزم کیا تاہم یہ کام کتابُ الایمان سے آگے نہ بڑھ سکا اور کالعدم ہی ہوکر رہ گیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیام پاکستان کے بعد مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تشریحی نوٹس کے ساتھ اس کا اُردو ترجمہ شروع کیا تاہم مکمل نہ ہوسکا اور وہ بھی داعیِ اَجل کو لبیک کہہ گئے اس لئے یہ کام بھی تشنۂ تکمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی مردِ مجاہد کو یہ توفیق دے کہ وہ اس کام کو مختصر مگر جامع حواشی کے ساتھ مکمل کر جائے تاکہ عوام اس سے مستفید ہوسکیں یا مولانا آروی کے ترجمہ کو نظرثانی کے ساتھ مکمل کرکے شائع کیا جائے تو یہ کتاب مسلکِ حق کے مقاصد پورے کرنے میں بے حد مفید ہوسکتی ہے۔

حسنُ البیان فیما فی سیرۃ النعمان:

یہ آپ کا دوسرا شاہکار ہے۔ علامہ شبلی مرحوم نے امام ابوحنیفہ کی سیرۃ کیا لکھی کہ زورِ قلم میں بہت سی لغزشوں کا شکار ہوگئے اور بقول شخصے حدیث و تفسیر اور تاریخ و سِیَر کو مسخ کر گئے۔ مولانا رحیم آبادی پہلی شخصیت ہیں، جس نے مولانا شبلی کی کتاب کی باقاعدہ تحقیق کی اور کتاب کی غلطیوں کی نشان دہی کی۔ حتیٰ کہ شبلی مرحوم بھی لغزشوں کی اصلاح پر مجبور ہوگئے۔

سیرۃ النعمان میں مولانا شبلی نے دعویٰ کیا کہ امام ذہلیؒ نے امام بخاریؒ کو اپنی مجلس سے نکال دیا اور امام مالکؒ اور شافعیؒ، فقہاء سے تھے، محدث نہیں تھے اور امام احمد بن حنبل کے مجتہد اور فقیہ ہونے میں اختلاف ہے اور امام ابوحنیفہ کی قلّتِ روایت کی وجہ، ان کی شرائط کا کڑی ہونا ہے اور امام صاحب نے مجلسِ تدوین فقہ قائم کی اور پھر اس مجلس کے ارکان کے اوصاف ذکر کئے ہیں وغیرہ۔ حالانکہ یہ تمام باتیں تاریخی حقائق کے برعکس تھیں۔ اس لئے مولانا رحیم آبادی نے صاحبِ سیرۃ النعمان پر گرفت کی اور یہ گرفت چونکہ صحیح تھی اس لئے شبلی صاحب، دوسرے ایڈیشن میں اصلاح و ترمیم پر مجبور ہوگئے۔

ہدایۃ المعتدی فی القراءۃ للمقتدی:

یہ رسالہ "تحقیق قراءۃ المقتدی" کا جواب ہے، جو مطبع خادم الاسلام کی طرف سے شائع ہوا۔ مولانا رحیم آبادی نے ہدایۃ المعتدی میں اس کا رد کیا اور مطبع فاروقی دہلی سے ۱۳۱۰ھ کو شائع فرمائی۔

روداد مناظرہ مُرشد آباد:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۰۵ھ میں ضلع مرشد آباد بنگال میں اہل حدیث اور احناف کے درمیان مجلس مناظرہ قائم ہوئی جو ایک ہفتہ تک جاری رہی۔ اس کی روداد مولانا نے خود مرتب کی، جو کتابی صورت میں شائع کی اور اس پر بطور شہادۃ مولانا ابراہیم آروی اور استاذ الاساتذہ حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری کے تقریظات بھی مرسوم ہیں۔ اس کے مطالعہ سے مولانا کی انشاء پردازی کی بلندی مترشح ہوتی ہے۔

الرق المنشور:

الرق المنشور فی رد فتح الشکور مطبع انصاری دہلی، سے شائع ہوئی، اس پر مصنف کا نام مولانا محمود عالم درج ہے لیکن بعض نے اس کو مولانا کی تصنیف لکھا ہے اور مولانا محمود عالم صاحب مظفرپوری، مولانا رحیم آبادی کے تلمیذ رشید ہیں چنانچہ اس کتاب کے دیباچہ میں مرقوم ہے:

> "فتح الشکور مصنفہ میاں چراغ علی عرف حافظ عبدالشکور ساکن ٹانڈی ہے اور مولانا عبدالعزیز کے نام سے اس کا دیباچہ لکھ رہے ہیں۔"

اس کتاب میں تقلید اور اس قسم کے دوسرے مسائل ہیں اور مولانا رحیم آبادی نے اس کا رد لکھا ہے۔[۱۰]

رمی الجمرہ:

یہ کتاب "جمرہ" نامی کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اس لئے اس کا نام رمی الجمرہ رکھا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مولانا کے کچھ مسودات بھی ہیں جن میں سے بعض نامکمل ہیں اور جو مکمل ہیں، وہ بھی ابھی تک شائع نہیں ہو سکے۔

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ:

مولانا رحیم آبادی دارالعلوم کے لئے زمین تو اپنی زندگی میں ہی خرید چکے تھے اور اس میں پرائمری تعلیم کی حد تک انتظام بھی کر دیا تھا پھر بابو عبداللہ رحیم آبادی کی جگہ امیر مقرر ہوئے تو انہوں نے دارالعلوم کی تکمیل کے لئے کوششیں جاری رکھیں۔ بالآخر یہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کے نام سے قائم ہوگیا اور بابو عبداللہ کے بعد ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب اس کے منصرم رہے اور ان کے بعد سید عبدالحفیظ ڈاکٹر یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔

وفات:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ذیابیطس کے مریض چلے آرہے تھے کافی عرصہ بیمار رہ کر ۴ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۷۔ مارچ ۱۹۱۸ء کو عالمِ جاودانی کو سدھار گئے۔

مولانا مرحوم کی وفات پر بہت سے لوگوں نے نظم و نثر کے ذریعہ اپنے قلبی اور جماعتی لگاؤ کا اظہار کیا ہم یہاں پر مولانا ثناء اللہ صاحبؒ اور مولانا محمد ابراہیمؒ سیالکوٹی کے بیانات پر اکتفاء کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ مرحوم ۲۶ مارچ ۱۹۱۸ء کے اخبار اہلحدیث میں لکھتے ہیں:

آہ مولانا عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ..........!

مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ ـــــــ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

آہ میں اس غم کو کن لفظوں میں لکھوں، قلم لکھ رہا ہے اور آنکھیں اشکبار ہیں اور دل مضطرب!... مگر مومن کی شان یہ ہے کہ وہی کلمہ کہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے، یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آہ! ہماری جماعت کو باپ کی طرح کون ڈانٹے گا، مُربّی کی طرح ہماری کون خبر لے گا۔ ہماری کانفرنس کی صدارت کون کرے گا، مولانا آپ تو آرام میں جا پہنچے مگر ہماری بھی کوئی خبر ہے، لیجئے میں اب وہی مصرعہ لکھتا ہوں جو آپ کی طرف سے خطِ فرحت پہنچنے پر لکھا کرتا تھا: ع

گیرم کہ غم نیست غم ماہم نیست

آہ! عبدالعزیز آج تو کہاں چلا گیا کہ ہم کو جواب نہیں دیتا..... انا للہ مختصراً

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے ۴ دسمبر ۱۹۲۵ء کو اخبار اہلحدیث میں ایک پیغام قوم کے نام شائع کیا، اس سے قبل ۲۵ فروری ۱۹۲۵ء کو مئو ناتھ بھنجن میں اہل حدیث کانفرنس کا اجلاس ہو چکا تھا جس کا خطبہ استقبالیہ مولوی احمد نے دیا:

"آہ! اس شیر میدان تقریر، سحبان بلاغت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی مرحوم کی جلاو رعب والی پیشانی کا جمال کیسے کراؤں، میں خداوند قدوس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے سارا ہندوستان چھان مارا، مجھے اس قابلیت و جامعیت کی ایک ہستی بھی نظر نہیں آئی۔ چہ جائیکہ چہار یار مولانا ڈیانوی، مولانا لکھوی، حافظ غازیپوری، اور مولانا رحیم آبادی کا نصاب پورا کردوں۔ میں محض اعتقاد سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہتا بلکہ اپنی ناقص فراست و مردم شناسی کی بناء پر کہتا ہوں کہ ان چاروں وجودوں نے اپنے پیچھے اپنا بدل نہیں چھوڑا۔ مدعی دعویٰ کرتے پھرے لیکن شیرِ قالین اور ہے اور شیر نیستاں اور ہے۔ جب سے آخر ۱۷ مارچ ۱۹۱۸ء کو حضرت رحیم آبادی نے انتقال کیا تو میں نے خطبۂ جمعہ میں پکار کر کہہ دیا تھا کہ جماعت کی طشتری کا سرپوش اٹھ گیا......الخ“

اخبار اہلحدیث میں مولانا امرتسری مرحوم کے بیان کی روشنی میں ہم کہتے ہیں:

مولانا امرتسری نے ۲۹ نومبر ۱۹۴۰ء کو ”اہلحدیث کانفرنس“ کے اجلاس منعقدہ آرہ میں فرمایا: (۱۱)

”حاضرین کرام! ابھی کل کا واقعہ ہے کہ اس شہر آرہ میں ”مذاکرہ علمیہ“ کے نام سے ایک جلسہ منعقد ہوا کرتا تھا اس میں جو علماء شریک ہوتے تھے، آج ان کے دیکھنے کو آنکھیں ترس رہی ہیں ان میں چند کے نام یہ ہیں:

حضرت استاذ العلماء حافظ عبداللہ صاحب غازیفوری

شاہسوار میدانِ فصاحت حضرت مولانا رحیم آبادی ؒ

مولانا شمسُ الحق ڈیانوی ؒ، صاحب عون المعبود

مولانا عبدالرحمٰن ؒ صاحب شارح ترمذی

مولانا عبدالسلام مبارکپوری صاحب سیرۃ البخاری

جماعت اہلحدیث کے ابراہیم ادھم مولانا شاہ عین الحق پھلواروی

ان کے استاذ مولانا علی نعمت مرحوم

ہندوستان کے استادانِ سیاست، ممبرانِ خاندان صادقپور

مولانا عبدالجبار صاحب عمرپوری۔۔ حکیم نظام الدین صاحب

مولوی مسلم خاں صاحب۔۔ مولوی حکیم ادریس صاحب

مولانا عبدالغفور صاحب۔۔ رحمہ اللہ علیہم اجمعین اللھم اغفرلھم وارفع درجاتھم وأبدلھم داراً خیراً من دارھم و أھلاً خیراً من اھلھم

ان حضرات کی جدائی پر مولانا حالی کی رُباعی یاد آگئی آپ فرماتے ہیں: ع

غالبؔ ہے نہ شیفتہؔ نہ نیرؔ باقی
وحشتؔ ہے نہ سالکؔ نہ انورؔ باقی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالیؔ اب انہی کو بزمِ یاراں سمجھو
یاروں کے جو کچھ داغ ہیں دل پر باقی

اخبار اہلحدیث کی تحریک پر جلسہ آرہ مذاکرہ علمیہ ۱۹۰۶ء میں "اہلحدیث کانفرنس" کی بنیاد رکھی گئی، جس کے صدر مولانا عبداللہ غازیپوری اور ناظم مولانا ثناء اللہ امرتسری قرار پائے۔ اس کے بعد ۱۹۰۷ء میں جب محمد پورکواری میں مذاکرہ علمیہ کا جلسہ منعقد ہوا تو اس میں قرار پایا کہ اہلحدیث کانفرنس کی گاڑی پھر سے چلانے کے لئے، ایک دفعہ ملک کا دورہ کرنا ضروری ہے اور اس وفد تین ارکان منتخب ہوئے: مولانا رحیم آبادی کی معیت میں مولانا امرتسری اور میر سیالکوٹی مرحوم۔ سب سے پہلے حافظ محمد امین دہلوی نے جو ان دنوں راج شاہی میں تجارت کرتے تھے، راج شاہی میں پہنچنے کی دعوت دی۔ چنانچہ وفد وہاں پہنچا اور ایک جلسہ بھی منعقد ہوا اس کے بعد یہ وفد کلکتہ چلا آیا اور پھر بنارس، بنارس سے پنجاب کا رخ کیا بعد میں یہ وفد لدھیانہ پہنچا۔ ان دنوں مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ زندہ تھے۔ ان کے ہاں قیام رہا۔ پھر لدھیانہ سے امرتسر، پھر لاہور پھر براستہ امرتسر دہلی پہنچا۔ دہلی میں اس وقت مولوی محمد حسین کوئلے والے زندہ تھے۔ انہوں نے وفد کی مہمانی اور قیام کا انتظام کیا۔ ان کے بھائی حافظ محمد حسن بھی وفد کی مہمان نوازی میں شریک رہے۔

جلسہ آرہ میں یہ طے ہوگیا تھا کہ کانفرنس کا صدر دفتر دہلی میں رہے گا۔ چنانچہ اس کے لئے احباب دہلی کو جمع کیا گیا جس میں مولانا عبدالوہاب دہلوی، حافظ حمید اللہ صاحب پھپک والے، مولوی حکیم عبدالوہاب، حافظ عبدالوہاب صاحب، مولوی ابوالحسن صاحب، میاں سید نذیر حسین صاحب دہلوی، حاجی عبدالغفار صاحب علی جان والے، مولوی احمد حسن مرحوم اور مولانا ضمیر مرزا وغیرہ اُعیان اہلحدیث کانفرنس کے جلسوں میں شریک ہوتے رہے۔

کانفرنس کے صدر مولوی احمد حسن صاحب قرار پائے اور ناظم مولانا امرتسری ہی رہے۔

دفتری انتظام اور شعبہ مالیات کے سیکرٹری حافظ حمید اللہ صاحب مقرر ہوئے۔

اس کے بعد کانفرنس کا پہلا اجلاس ۱۹۱۲ء کو دہلی میں منعقد ہوا جو بہت پُر رونق رہا اور طے پایا کہ کانفرنس کا آئندہ سالانہ جلسہ امرتسر میں ہوگا اور پھر امرتسر کے بعد پشاور میں کانفرنس کا جلسہ ہوا۔ پشاور والے جلسہ کے صدر ارباب عبدالرؤف خان تھے اس کے بعد کانفرنس کے سالانہ جلسے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوجرانوالہ، ملتان، علی گڑھ، بنارس، آگرہ، مئوناتھ بھنجن (اعظم گڑھ) کلکتہ، اور مدراس ایسے مقامات پر ہوتے رہے۔

۱۹۳۹ء کو کانفرنس کا ۲۱واں جلسہ فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) میں ہوا، جس کے صدر مولانا عبدالقادر صاحب قصوری مرحوم تھے۔ اس کے بعد ۱۹۴۰ء کو کانفرنس کا ۲۲ واں سالانہ اجلاس اپنے مولد یعنی شہر آرہ میں ہوا۔ جس کے صدر مولانا امرتسری مرحوم تھے۔

مولانا رحیم آبادی مرحوم کانفرنس کے اجلاس کلکتہ تک تو شریک رہے۔ اس کے بعد داعئ اجل کو لبیک کہا۔ اس لئے آئندہ سال مدراس کے جلسہ میں مولوی محمد حسن کے صاحبزادے نے نظم پڑھی اس میں ایک مصرع یہ تھا:

چہ خوش بودے اگر عبدالعزیز ایں جلسہ مے دیدے

مدراس کا یہ اجلاس ۳ مئی ۱۹۱۸ء کو ہوا (اجلاس کی رپورٹ ۲۴ مئی ۱۹۱۸ء کے اخبار اہلحدیث میں شائع ہوئی) اس میں ایک نظم پڑھی گئی، جس کا ایک بند یہ تھا: ع

کیا خوب ہوتا وہ بھی گر آج زندہ ہوتے
عبدالعزیز نامی "حسنُ البیان" والے

اس اجلاس کی صدارت حافظ عبداللہ غازی پوری کے سپرد تھی۔ ان کی طرف سے نیابت میں مولوی ابوالبرکات محمد عبداللہ صاحب حیدر آبادی نے خطبۂ صدارت پڑھا۔

۱۵ اپریل ۱۹۱۸ء کے اخبار اہلحدیث میں مولانا مرحوم کے انتقال پر مولانا امرتسری نے ایک بیان شائع کیا۔ ع

بربلاتے کنو آسمان آید
خانہ بیکساں تلاش کند

جس میں مولانا امرتسری نے مولانا رحیم آبادی کی موت پر تأسف کا اظہار کیا اور پہلے مرحومین کے نام سے جن میں مولانا ڈیانوی، مولانا غزنوی، حافظ وزیر آبادی، مولانا لطف حسین عبدالسلام دہلوی، مولانا آروی، مولانا سہوانی، مولانا عمرپوری مع فرزند، مولانا بقا غازیفوری، مولانا محمد جامری کے نام شامل تھے۔ مولانا نے فرمایا: مولانا رحیم آبادی کے صدمہ نے ان سب کی یاد تازہ کردی ہے اور فرمایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہمارے مفسرین نے رحیین فردا فردا طعمۂ اجل ہو رہے ہیں مصنفین ہمارے دیکھتے ہوئے ہمیں الوداعی سلام کہہ رہے ہیں اور ہم میں کسی وکت و احساس سے خالی ہاتھوں پر ہاتھ دھرے تائید آسانی کے منتظر ہیں اس کے بعد ۳ مئی ۱۹۱۸ء کو مدراس میں اہلحدیث کانفرنس ہوئی جس کی رپورٹ ۲۴ مئی ۱۹۱۸ء کے اخبار اہلحدیث میں شائع ہوئی"۔

مناظرات:

مناظرہ بذات خود دعوت و تبلیغ کا جزولاینفک ہے۔ ہر زمانہ میں دعوتِ حق کے لئے مخالفین سے مجادلات و مناظرات بھی ہوتے رہے۔ خود قرآن میں فِرق اربعہ باطلہ سے مجادلات مذکورہ ہیں اور ان کی افادیت بھی مسلّم ہے۔ مولانا سلفی مرحوم اپنے ایک مقالہ میں علمائے اہلحدیث کی مناظرانہ سرگرمیوں کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"بعض بزرگوں نے مناظرات کی راہ اختیار کی۔ وقتی خطرات کے لئے یہ ایک مفید علاج تھا.... اور وقت کی ضرورت کے لحاظ سے ان کے مفید ہونے میں شبہ نہیں کیا جاسکتا، قادیانیت اور بعض دوسرے فرقوں نے عوام میں جس طرح بدعی خیالات کی اشاعت شروع کی تھی، اگر اس کا بروقت علاج نہ کیا جاتا تو آج پانی سر سے گذر گیا ہوتا۔ اگر صورت حال کو جلد از جلد درست نہ کیا جاتا تو قادیانیت ایک عظیم فتنہ کی صورت اختیار کرلیتی"

مولانا رحیم آبادی بھی ایسے دور میں زندگی گذار رہے تھے، جس کو مناظرات کا دور کہا جاتا ہے۔ مولانا شیخ الاسلام امرتسری (۱۸۶۸ء-۱۹۴۸ء) مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور دیگر اکابر اہلحدیث نے دعوت و ارشاد اور تبلیغ کی غرض سے مخالفین سے مناظرات میں اپنی زندگی کا بہترین حصہ اور صلاحیتیں صَرف کرڈالیں اور اسلام سے دفاع کے لئے عیسائیت، مرزائیت، چکڑالویت اور آریہ سماج سے مناظرات کئے اور ان کے اسلام پر اعتراضات کے دنداں شکن جوابات دیئے اور تحریک اہلحدیث کے دائرہ کو آل انڈیا میں وسیع کرنے کے لئے مقلّدین سے بھی مناظرے کئے اور تقلید و جمود کو توڑنے کے لئے متعدد مناظروں میں کامیابی کے جوہر دکھائے، اس طرح توحید و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید میں اپنی زندگیاں وقف کردیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا رحیم آبادی کو بھی دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں مناظرات کے میدان میں کودنا پڑا اس ضمن میں اہلحدیث اور احناف کے درمیان بہت سی مجالس مناظرہ منعقد ہوتی رہیں۔ مگر ان میں مُرشد آباد (بنگال) کے مناظرہ میں کامیابی کی وجہ سے اس علاقہ میں تحریک اہلحدیث کے دائرہ کو وسعت پذیری کا موقع ہاتھ آگیا۔

اس مناظرہ میں فریقین کے اکابر علماء شریک ہوئے۔ اہلحدیث جماعت کی طرف سے مولانا رحیم آبادی کو مناظر مقرر کیا گیا اور اہلحدیثوں کو فتح حاصل ہوئی۔ تفصیل کے لئے "مناظرہ مرشد آباد" مطبوعہ کراچی دیکھا جاسکتا ہے اور مولانا کی تالیفات کے ضمن میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

خطابت :

مولانا رحیم آبادی فنّ خطابت کے ماہر تھے اور تقریر میں مجمع پر چھا جاتے کہ حاضرین رحیم آبادی کے علاوہ کسی کی تقریر سننا گوارہ نہ کرتے۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری "اخبارِ اہلحدیث" میں لکھتے ہیں : [(۱۲)]

> گر حق یہ ہے کہ مولانا رحیم آبادی کی تقریر کچھ ایسی دلپذیر ہوتی ہے کہ بے ساختہ کہنا پڑتا ہے : ع
>
> اثر بھانے کا پیارے تیرے بیان میں ہے
> کسی کی آنکھ میں، جادو تیری زبان میں ہے

۱۔ الحدیث امرتسر ۱۹۲۰ء، نزھۃ الخواطر ۸/ رقم ۲۲۷ ـــــ ۲۔ اخبار الحدیث، امرتسر ـــــ ۳۔ حیات ثنائی سوہدروی، ص ۲۳۳ ـــــ ۴۔ اخبار الحدیث امرتسر ۴ جون ۱۹۲۷ء ـــــ ۵۔ اخبار الحدیث امرتسر مجریہ ۱۴ دسمبر ۱۹۰۶ء ـــــ ۶۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: تذکرۃ مولانا ابراہیم آروی، محدّث، نومبر ۹۴ء ـــــ ۷۔ ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ء ـــــ ۸۔ الشیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب العمری و التبریزی ـــــ ۹۔ اس کا پہلا ایڈیشن مطبع فاروقی میں طبع ہوا اور دوسرا اور تیسرا ایڈیشن دارالعلوم احمد سلفیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔ ـــــ ۱۰۔ فضل الرحمٰن، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی ـــــ ۱۱۔ اخبار الحدیث دہلی، ۱۵ نومبر ۱۹۵۱ء کو یہ تقریر دوبارہ شائع ہوئی۔ ـــــ ۱۲۔ الحدیث امرتسر مجریہ ۴۔ اپریل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ